ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

پروین شاکر کی تانیثی شاعری کا منظر نامہ

ڈاکٹر نورین کھوکھر[1]

Dr. Noureen Khokhar
Associate Professor Urdu, Forman Christian Collage University, Lahore.
noureenkhokhar@fccollege.edu.pk

Abstract

Like other literary movements, trends and ideas in Urdu literature, feminism also has a unique identity in prose and poetry. Feminism is the overall expression of the thoughts and ideas through which women raise their voice for equality with respect and dignity. In the publication of feminism in Urdu poetry, Parveen Shakir is a prominent name among his contemporary poets. In terms of femininity, Parveen Shaker's poetry has a new style of feeling in which there is a strong sense of the existence of women.

Keywords: Feminism, contemporary, expression, movement identity

تانیثیت انگریزی لفظ feminism کا اردو متبادل ہے۔ یہ ایک کثیر الجہتی اصطلاح ہے۔ تانیثیت میں عورت کے حقوق اور آزادی کے نظریے اور تحریک کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ عورت اپنے حق اور برابری کے لیے آواز اٹھاتی رہی ہے، وہ جنسی تفریق کے ذریعے ہونے والے استحصال کے خلاف بولتی ہے اور مرد کے برابر آزادی اور حقوق کی طالب ہے۔ یہ وہ رجحان ہے جو تانیثیت کہلاتا ہے جو تحریکی انداز سے اپنی جداگانہ سوچ اور فکر کا حامل ہے۔

”ادب میں تانیثیت ایک اصطلاح کے طور پر رائج ہوئی ہے جس کا سروکار مختلف سطحوں پر خواتین کے تشخص اور مسائل سے ہے۔ “(1)

عورت کا کہنا ہے کہ چونکہ عورت کی اپنی خصوصیات ہیں اس لئے اس کا مرد سے موازنہ کرنا درست نہیں۔ وہ سمجھتی ہے نئے آدم کو تخلیق کرنے کی صلاحیت ہر حوالے سے معتبر ہے۔ وہ ایک انسان ہے اور اسے وہ تمام حقوق ملنے چاہئیں جو ایک انسان کے ہوتے ہیں۔

”اصل میں تانیثیت عورت کے شعور ذات کا اظہار ہے۔“(2)

اردو ادب میں دیگر ادبی تحریکات، رجحانات اور نظریات کی طرح تانیثیت کی بھی نثر و نظم میں منفرد شناخت قائم ہو گئی ہے۔ تانیثیت اُن افکار و نظریات کا مجموعی اظہار ہے جس کے شعور نے خواتین کو عزت و وقار کے ساتھ مساوات کی عصبیت کی مخالفت کرنے کا عزم بخشا۔ اسی کی بدولت آج یہ سب سے طاقت ور نظریہ فکر و عمل ثابت ہو رہا ہے۔ عورت کی مخصوص صلاحیتوں کی بدولت ناانصافی کے رد عمل نے ایک تحریک کی شکل اختیار کرتے ہوئے اسے بطور اصطلاح تانیثیت کا نام دیا ہے۔

اردو شاعری میں تانیثی شعور کی اشاعت کے کام میں اپنی ہم عصر شاعرات میں ایک نمایاں نام پروین شاکر کا ہے۔ تانیثیت کے حوالے سے پروین شاکر کی شاعری میں ایک نیا طرز احساس اور آہنگ ملتا ہے جس میں عورت کے وجود کا بھرپور احساس موجود ہے۔

[1] ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، فارمن کرسچن کالج (اے چارٹرڈ یونیورسٹی) لاہور

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

اردو ادب کے افق کا روشن ستارہ.....پروین شاکر جس کی آب وتاب میں وقت کے ساتھ اضافہ ہی ہوا ہے۔اپنی زندگی میں خوشبو کی طرح ہواؤں میں سفر کرتی تتلیوں اور جگنوؤں کے سفر پر نکلی منفرد شاعرہ آج بھی علم وادب کے قدر شناسوں کے دلوں سے روحوں تک سفر کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ہواؤں کے دوش پہ دیا جلانے والی یہ شاعرہ کبھی تو اپنے لہجے کی خوشبو سے دلوں کو تازگی بھرتی ہیں اور کبھی صد برگ میں اسی خوشبو میں حالات کا زہر سموتی نظر آتی ہیں اسی طرح انکار میں پروین شاکر جینے کا نیا زاویہ دیتی ہیں اور خود کلامی میں اپنی ذات کی شناخت کا سفر طے کرتے ہوئے پڑھنے والوں کے ذہنوں کو جلا بخشتی ہیں۔ماہ تمام میں یہ تمام احساسات یکجا ہو کر انسان کی اصل اور زندگی کے ٹھوس حقائق سے پردہ کشائی کرتے ہیں۔کف آئینہ اگرچہ ان کے رخصت ہونے کے بعد منظر مکمل پر آئی لیکن حیرت انگیز طور اس میں خوشبو سے عدم کی طرف کا سفر مکمل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔پروین شاکر اپنے عہد کی منفرد اور توانا آواز بن کر ابھریں۔انھوں نے عورت کے جذبات کو پر وقار اور مضبوط لہجے میں بیان کیا۔اس بارے میں کشور ناہید یوں بیان کرتی ہیں کہ :

"پروین شاکر نے دہرائے ہوئے جذبوں کو دہرا کر شاعری نہیں کی،اس نے رو کر التجا کر اپنی مشرقیت کی لاج رکھنے کا ہنر بھی نہیں آزمایا۔۔۔۔۔ مگر جذبہ عشق کو سلامت رکھتے ہوئے اپنے حوصلے کی قندیل فروزاں کیے۔۔۔اشارہ کرتی ہے کہ "جتھے بہتیاں او ہوئی وڈے گراں۔ "(3)

پروین شاکر نا صرف منفرد شاعرہ بلکہ ایک مضبوط،طاقتور، دلیر، باہمت،پڑھی لکھی ادیبہ، مصنفہ، ورکنگ ویمن، بیٹی، بہن، دوست ،بیوی اور سب سے بڑھ کر ماں کے روپ اور کردار کو بھی اپنی شاعری میں بیان کرتی ہیں۔پروین شاکر کی شاعری میں انفرادیت کی سب سے بڑی وجہ ان کے کردار کی سچائی اور ایمانداری ہے۔وہ عورت کے جذبات واحساسات کو ویسے ہی بیان کرتی ہیں جیسے اصل میں ہوتے ہیں اور اسی بے باک انداز بیان نے ان کی شاعری کو ایک نیا انداز بخشا اور اپنے ہمعصر شاعروں میں ممتاز مقام بخشا۔پروین شاکر اپنی شاعری کے بارے میں خود خوشبو کے دیباچے میں لکھتی ہیں کہ :

"کچھ کم گوش یہ کہتے ہیں کہ اس لڑکی کی شاعری میں سوائے بارش کی ہنسی، پھولوں کی مسکراہٹ، چڑیوں کی چہچہاہٹ کے گیتوں اور اس کی اپنی سرگوشیوں کے سوا اور کچھ نہیں۔۔۔اگر زندگی سے محبت کرنا جرم ہے تو یہ لڑکی پورے غرور کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کرتی ہے۔"(4)

پروین شاکر 24 نومبر 1952 میں کراچی میں پیدا ہوئیں۔پروین شاکر کا تعلق خاندان سادات سے تھا۔ان کا خاندان ہندوستان سے ہجرت کر کے کراچی آیا بقول پروین شاکر:

"میرے والد جون 1947 میں بہار سے کراچی ہجرت کر کے آگئے۔ قبل از وقت آنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ آزادی صبح آزاد سرزمین پر دیکھیں۔"(5)

پروین شاکر کے والد کا نام سید شاکر حسین جبکہ والدہ کا نام فضل النساء تھا۔پروین شاکر نے ایک علمی وادبی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ان کی بڑی بہن کا نام نسرین شاکر تھا۔ان کے والدین کی صرف دو بیٹیاں ہی تھیں۔پروین شاکر کی شادی ان کی خالہ کے بیٹے نصیر علی سے ہوئی جو ملٹری میں ڈاکٹر تھے،شادی باہمی رضامندی سے ہونے کے باوجود نہ چل سکی جس کا ملال عمر بھر پروین کو رہا اور اسی روگ کے ساتھ 26 دسمبر 1994 کو دفتر جاتے ہوئے ٹریفک حادثے میں جانبر نہ ہو سکیں اور منوں مٹی تلے چلی گئیں۔پروین شاکر کا نصیر علی سے ایک بیٹا بھی ہے جوان کی آنکھوں کا تارا تھا۔بیٹے کا نام مراد جبکہ پیار سے اس کو گیتو کہا کرتی تھیں۔پروین شاکر ایک پڑھی لکھی خاتون تھیں۔انھوں نے رضویہ گرلز سکول کراچی سے میٹرک کیا۔سرسید گرلز کالج سے ایف اے اور کراچی یونیورسٹی سے بی اے آنرز انگریزی میں کیا۔1972 میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے انگریزی کیا۔دوسرا ایم اے لسانیات میں کیا۔پروین شاکر نے ہاورڈ یونیورسٹی سے ایم پی اے یعنی پبلک انفارمیشن منسٹر میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔لاہور یونیورسٹی سے مینجمنٹ انفارمیشن سنٹر میں ایک کورس مکمل کیا۔ قائداعظم یونیورسٹی سے بھی اپنی تعلیمی سفر میں اضافے کے لئے کورس کیا۔ کسٹم سروس آفیسر ،ڈائریکٹر آف انٹیلی جنس اور انوسٹگیشین کسٹمز اینڈ ایکسائز کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریاں نہایت ایمانداری اور دلیری کے ساتھ نبھائیں۔پی ایچ ڈی کے لیے امریکہ جانے کا ارادہ رکھتی تھیں لیکن وقت نے مہلت ہی نہ دی۔

درج بالا میں ان کے علمی وادبی سفر کی ادنیٰ سی وضاحت کا سبب صرف یہ بیان کرنا ہے کہ کیا ہی ہنر مند، حوصلہ مند، جرات مند خاتون تھیں۔زندگی کی صعوبتیں بھی برداشت کرتیں اور وقت کی رفتار کو بھی مات دیتی جاتیں لیکن اس بہادر خاتون نے کسی جگہ بھی ہمت نہیں ہاری۔اپنے پندار پر ضرب نہیں آنے دی۔۔۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

پروین شاکر صد برگ رزق ہوا میں لکھتی ہیں کہ :

''ہر انکار پر میرے جسم میں ایک میخ کا اور اضافہ ہو گیا مگر میخیں ٹھونکنے والوں نے میری آنکھوں سے کوئی تعرض نہ کیا شاید وہ جانتے تھے کہ انہیں بجھانے سے میرے اندر کی روشنی میں کوئی فرق نہیں پڑے گا یا پھر اپنی سفاکیوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے وہ ایک گونگے گواہ کے طالب تھے اور میں حیران ہوں کہ اس مسلسل گواہی سے میری آنکھیں اب تک پتھرائی کیوں نہیں۔'' (6)

پروین شاکر پر وقار روشنی کا استعارہ اور محبتوں کی سفیر شاعرہ تھیں۔ آہنی گڑیا جس کے اندر ایک نرم و نازک حساس دل دھڑکتا اور اس کی دھڑکن کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہیں وہ آج ہم میں نہیں لیکن ان کے لفظ زندہ ہیں جو زندگی سے بھرپور ہیں جن میں آج بھی احساس لہو بن کر دوڑتا ہے۔۔ وہ اپنی زندگی میں ہی اس بات کا ادراک رکھتی تھیں۔۔۔۔ مثلاً

''مر بھی جاؤں تو کہاں لوگ بھلا ہی دیں گے
لفظ میرے، مرے ہونے کی گواہی دیں گے''(7)

پروین شاکر اپنی تمام تر حساسیت اور جاذبیت کے باوجود حالات سے ٹکرانے کا عزم رکھتی اور چاہتی کہ ان کو نہیں بلکہ ان کے کام کو سراہا جائے جو ہر محنتی اور قابل فرد کی خواہش ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ عورت اور اس کے کام کو ہمیشہ دوسرے درجے پر رکھا جاتا ہے۔ عورت کی صلاحیتوں کا اعتراف کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا جاتا ہے لیکن پروین شاکر نے ہر مقام پر یہ ثابت کر دیا کہ وہ دوسرے درجے کی انسان، شہری یا شاعرہ نہیں ہیں۔ اس بارے میں کشور ناہید لکھتی ہیں کہ :

''ساری دنیا نے عورت کی شاعری کو محدود طبقے اور درجے کی شاعری سمجھ کر دوسرے درجے کے شہری کی دوسرے درجے کی شاعری جاننا، ایک عمومی رویہ رہا ہے۔۔۔۔ پروین شاکر نے شاعری سے ماورائیت کو خارج کر کے اپنے انداز میں اپنی بات کہنے کا حوصلہ اردو شاعری کو دیا ہے۔'' (8)

پروین شاکر نے مردوں کے اس معاشرے میں عورت کی آواز کو پر وقار طرز سے بلند کیا، وہ کسی صورت بھی اپنی ذات کو بے توقیر نہیں ہونے دینا چاہتی تھیں ہمیشہ عورت کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا اور کروایا اس کے جذبات کو تسلیم کیا اور کروایا اور کبھی بھی کسی سطح پر بھی عورت ہونے کو کمزور اور کمتر نہیں جانا اور ہمیشہ مردوں کے بے استحصال کے خلاف قلم اٹھایا۔ اس بارے میں ڈاکٹر محمد تنویر لکھتے ہیں کہ :

''ان کی شاعری کا ایک پہلو احتجاجی بھی ہے جو مردوں کے استحصال کے خلاف ہوتا ہے۔ عورتوں کی معصومیت اور ان کی پاک محبتوں کا ناجائز فائدہ اٹھانے اور پھر پروانہ کرنے کے خلاف ہے۔''(9)

عام طور یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورت جو گھر سے باہر کام کرتی ہے اور اس میں جھجک گھریلو عورتوں کی نسبت کم ہوتی ہے لیکن ایسا حقیقت میں نہیں ہوتا پروین شاکر شاعری میں بے باک انداز رکھنے کے باوجود اپنے وقار کا بھرپور خیال رکھتی تھیں اس کا اظہار وہ نظیر صدیقی کو لکھے جانے والے خط میں کرتی ہیں :

''لفظ رد اواقعی میری کمزوری ہے۔ شاید اس لئے کہ عورت کے تحفظ کی علامت ہے اور اس کے چھن جانے سے ایک بڑا گہرا روایتی دکھ تازہ ہو جاتا ہے اور آپ نے دیکھا ہو گا کہ مردوں کے بنائے ہوئے اس معاشرے میں ایک عورت کو کتنی سمتوں سے آنے والی ہواؤں سے لڑنا پڑتا ہے۔'' (10)

پروین شاکر نے بھی ایک عام ورکنگ ویمن کی طرح سے وہ سب سہا ہو گا جو بد قسمتی سے ہر محنت کش اور رزق حلال پر ایمان رکھنے والی عورت کو سہنا پڑتا ہے اور اگر وہ ہنر مند کے ساتھ ساتھ روپ بھی رکھتی ہے تو اس کے لئے اپنی صلاحیتوں کو منوانے کے لئے ہر طرف سے آنے والے طوفان کے سامنے آہنی دیوار بننا پڑتا ہے جیسے کہ پروین شاکر نے ثابت بھی کیا۔ پروین شاکر گوشہ چشم کے نام سے کالم بھی لکھا کرتی تھیں۔ ان کالمز میں ان کا اندازِ بیان کافی دلیرانہ ہوا کرتا۔ وہ معاشرے کے مختلف پہلوؤں اور کرداروں کی نشاندہی کرتیں جو معاشرے کے لئے ناسور ہیں اس کا مقصد معاشرے کو پاک صاف شفاف کرنے کی کوشش ہی تھی۔ پروین شاکر پاکیزہ روح کی مالک تھیں جن کا ایمان خلوص اور سچائی تھا ان کی دوست پروین قادر آغا کے مطابق :

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

''وہ ایک پاکیزہ روح تھی میرے لئے وہ ایک گل بچہ تازہ ہوا کا ایک جھونکا ایک حساس فرد جو اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔'' (11)

پروین شاکر نے ایک 16 برس کی لڑکی سے لے کر 42 سال کی خاتون تک کا سفر اپنی شاعری کے ذریعے پیش کیا۔ان کی شاعری میں ایک الہڑ دوشیزہ کے جذبات سے لے کر مدبر خاتون کے احساسات تک کا سفر اور خاتون سے ماں تک کا سفر مکمل ہوتا دکھائی دیتا ہے۔پروین شاکر کی شاعری میں ہمیں عورت کی زندگی کی سچی تصویر نظر آتی تھی جس میں کوئی بناوٹ یا ملمع کاری نہیں،جذبات کے بہتے دریا پر روایات کا بند نہیں باندھا۔

پروین کی شاعری میں ہمیں عورت کی شخصیت کے سبھی رنگ اور روپ دکھائی دیتے ہیں۔ان کی شاعری کا آغاز خوشبو میں ایک نرم و نازک حساس دل دھڑکتا ہے جب کسی بھی لڑکی کو پہلی محبت ہوتی ہے اور اس کے من کے ساتھ اس خاتون کا جگر بھی سلگتا ہے۔وہ دھیمی مدھم مدھر تپش ان کی شاعری میں بے حجابانہ دکھائی دیتی ہے مثلاً:

''رقص میں رات ہے بدن کی طرح
بارشوں کی ہوا میں بن کی طرح
چاند بھی میری کروٹوں کا گواہ
میرے بستر کی ہر شکن کی طرح''(12)

محبتوں کی تمازت میں ڈوبا یہ سفر خوشبو میں لپٹا دکھائی دیتا ہے جب ہر سو محبت کا پہرہ ہے۔ہر لمحے پر عشق کی حکومت ہے:

''شوخ لمحوں کا پتہ دینے لگیں
تیز ہوتی ہوئی سانسیں اس کی'' (13)

''دھنک دھنک میری پوروں کو خواب کر دے گا
وہ لمس میرے بدن کو گلاب کر دے گا''(14)

پروین شاکر نے نہ صرف محبت بلکہ رفتہ رفتہ اس کے آگے کا سفر بھی اپنی شاعری میں بیان کیا ہے۔لڑکیوں کے اس راہ میں وسوسے،خوف،ڈر،کرب،دکھ سکھ کی ساری کیفیات کا اظہار ان کی شاعری میں ملتا ہے مثلاً:

''کانپ اٹھتی ہوں میں یہ سوچ کے تنہائی میں
میرے چہرے پہ تیرا نام نہ پڑھ لے کوئی'' (15)

لڑکیوں کے ان کہے دکھ سکھ کے جذبات کو یوں بیان کرتی ہیں:

''لڑکیوں کے دکھ عجب ہوتے ہیں سکھ اس سے عجیب
ہنس رہی ہیں اور کاجل بھیگتا ہے ساتھ ساتھ''(16)

اور یہی نرم و نازک جذبات سے بھرپور لڑکی جو عشق کی خوشبو سے معطر ہے جب زمانے کی ستم ظریفی سے ٹکراتی ہے تو اپنا آپ سب کچھ ہار دیتی ہے،بکھر کر ٹوٹ جاتی ہے لیکن کسی کو اجازت نہیں کہ وہ اس وجود کو سمیٹے،وہ اپنی اس آگ میں خود ہی جل کر کندن بن جانا چاہتی ہیں:

عکس خوشبو ہوں بکھرنے سے نہ روکے کوئی
اور بکھر جاوں تو مجھ کو نہ سمیٹے کوئی
جس طرح خواب میرے ہو گئے ریزہ ریزہ

اس طرح سے نہ کبھی ٹوٹ کے بکھرے کوئی" (17)

پروین شاکر اپنی شاعری کے اس سفر میں جب محبت میں ناکام ہوتی ہیں تو رونے دھونے اور ماتم کرنے کے بجائے ان کیفیات کو بھی اپنے فن کی روشنی میں جلا بخشتی ہیں گویا عشق کا نشہ اترتا ہے اور زندگی کا سفر آگے بڑھتا ہے ہر شے صاف دکھائی دینے لگتی ہے لوگ، رشتے دوست تعلق داریاں لفظ لہجے باتیں سب سنائی دینے لگتی ہیں۔ان ساری تلخیوں کو وہ اپنی شاعری میں بیان کرتی ہیں:

"ممنوع قرار پا گئے ہیں

جس بزم میں حرف خاص تھے ہم"(18)

"دشمنوں کے ساتھ میرے دوست بھی آزاد ہیں دیکھنا ہے، کھینچتا ہے مجھ پہ پہلا پہل تیر کون............"(19)

پروین شاکر کی شاعری میں یہ سفر ہی زندگی کی اصل سچائی ہے اور پروین شاکر نے نارسائی کے اس کرب کو نہایت بہادری سے قبول کیا ہے وہ جلد ہی اس کیفیت سے باہر نکلنے کی کوشش کرتی دکھائی دیتی ہیں:

عشق نے سیکھ ہی لی وقت کی تقسیم کہ اب

وہ مجھے یاد تو آتا ہے مگر کام کے بعد"(20)

پروین شاکر جلد ہی حالات کو سمجھنے میں کامیاب دکھائی دیتی ہیں اور خواب وخیال کی دنیا سے حقیقت کے سفر پر ننگے پاؤں چلتی دکھائی دیتی ہیں اپنے اس کرب کو یوں بیان کرتی ہیں کہ:

جو خواب دیکھا تھا شہزادیوں نے پچھلے پہر

پھر اس کے بعد مقدر میں تاج و تخت نہ تھا(21)

"عقب میں گہرا سمندر ہے، سامنے جنگل

کس انتہا پر میرا مہربان چھوڑ گیا" (22)

پروین شاکر نے تنہا مشکلات کا مقابلہ کیا لیکن تھک کر ہار نہیں مانی، وہ وقت کی نزاکتوں کو سمجھتی تھی لیکن خاموش رہتی، صد برگ کے دیباچے میں لکھتی ہیں:

"مگر جب زندگی کے میلے رقص کی گھڑی آئی تو سنڈریلا کی جوتیاں ہی غائب تھیں، نہ وہ خواب تھا، نہ وہ باغ تھا، نہ وہ شہزادہ، اچھے رنگوں کی سب پریاں اپنے طلسمی دیس کو اُڑ چکی تھیں اور لہولہان ہتھیلیوں کو ملتی شہزادی جنگل میں اکیلی رہ گئی۔۔۔اور جنگل کی شام کبھی تنہا نہیں آتی، بھیڑیے اس کے خاص دوست ہوتے ہیں۔۔" (23)

کس قدر خوفناک سفر ہے اور اس کا بیان ہی تکلیف دہ ہے ان سطروں میں چھپے کرب کو محسوس کر کے پروین شاکر کے عقیدت مند ان کی بہادری کو سلام پیش کرتے ہیں۔۔زندگی کا سفر کچھ اور آگے بڑھتا ہے اور اب نارسائی کا کرب درد کا طوفان اک اور رخ اختیار کرتا ہے آخر درد کی بھی کوئی تو انتہا ہوتی ہے اور انکار میں ہمیں یہی ٹھہراؤ ان کی شخصیت میں اترتا محسوس ہوتا ہے اور وہ صابر اور شاکر دکھائی دیتی ہیں مثلاً:

"بخت سے کوئی شکایت نہ افلاک سے ہے

یہی کیا کم ہے نسبت مجھے اس خاک سے ہے"(24)

زندگی کے اس پڑاؤ پر آکر انھیں اس بات پر فخر ہے کہ جب اپنوں سے انھوں نے زخم کھائے تو مرہم بھی خود ہی رکھا، جنگل میں بھیڑیوں کا مقابلہ کرنے والی یہ گڑیا آہنی نکلی۔اس نے ہر غم کا سامنا کیا اور غم کو منایا اس کو کم کرنے کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہیں چنا اور یہی ان کی شان بے نیازی ان کی شاعری میں دکھائی دیتی ہے مثلاً:

''جو غم ملا ہے بوجھ اٹھایا ہے اس کا خود

سر زیر بار ساغر بادہ نہیں کیا''(25)

پروین شاکر کی شاعری موجودہ دور کی زندہ عورت کے جذبات کی عکاس ہے۔ان کی شاعری کا سفر عشق مجازی کی طغیانی سے شروع ہو کر عدم کی ان دیکھی منزلوں کی جانب گامزن نظر آتا ہے۔اس بارے میں ڈاکٹر روبینہ شبنم لکھتی ہیں کہ :

''پروین شاکر کا تعلق ہمارے اپنے عہد سے ہے اس کے ہاں تجربات بہت گونا گوں ہیں اور ایک انٹلیکچوئیل سطح بھی ہے اس کی شاعری کی بنیادی طور پر عشق کے جذبات و تجربات کی شاعری ہے اور اردو کی عشقیہ شاعری کے سرمائے میں ایک منفرد اور خوبصورت اضافہ ہے۔''(26)

پروین شاکر کی زندگی تجربات سے بھرپور رہی۔انھوں بہت کم عمری میں دنیا کے بہت سے رنگوں کو چڑھتے اور اترتے دیکھا۔تصویروں کو بنتے اور بگڑتے دیکھا ان کی زندگی کی واحد خوشی ان کا بیٹا تھا وہ چاہتی تھی کہ اپنے لخت جگر کو زندگی کے سبھی پیچ و خم سمجھا دیں تاکہ جو تلخیاں انھوں نے سہیں ان کی اولاد تک نہ پہنچے۔اس سلسلے میں ان کی نظم ملاحظہ کیجیے :

''اپنے بیٹے کے لئے ایک نظم

میں تجھ سے کیا کہوں بیٹے۔۔۔

میں اس کذب دریا

اس بے لحاظی سے بھری دنیا میں رہ کر

ادب اور نیکی اور سچائی کا ورثہ

تجھ کو کیسے منتقل کردوں

مجھے کیا دے دیا اس نے !

مگر میں ماں ہوں

اور اک ماں اگر مایوس ہو جائے

تو دنیا ختم ہو جائے

سو میرے خوش گمان بچے

تو اپنے لوح آئندہ پر

سارے خوبصورت لفظ لکھنا

سدا سچ بولنا

احسان کرنا

پیار بھی کرنا

مگر آنکھیں کھلی رکھنا''(27)

پروین شاکر کی یہ نظم ان کے لئے ہی نہیں ہر اس فرد کے لئے ہے جس نے رخت سفر باندھنا ہے۔پروین شاکر کی کتاب کف آئینہ اگرچہ ان کی وفات کے بعد منظر عام پر آئی لیکن حیرت انگیز طور پر ایک ادراک کی کیفیت اس مٹی سے جدائی کا وجدان دکھائی دیتا ہے مثلاً:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

نظم

اس بار جو آیا ہے مگر ہجر کا موسم
اس میں دلِ بیمار کی وحشت ہی الگ ہے
مٹی سے جدائی کی حکایت ہی الگ ہے
کچھ دیر کی تاخیر جو ہوتی ہے وطن سے لگتا ہے کہ جان نکل جائے گی تن سے"(28)

"بڑھتی جاتی ہے کشش وعدہ گہ ہستی کی
اور کوئی کھینچ رہا ہے عدم آباد سے بھی"(29)

"تیرے پیمانے میں گردش نہیں باقی ساقی
اور تری بزم سے اب کوئی اٹھا چاہتا ہے"(30)

خوشبو کا سفر خاک ہوا مگر خاک بھی وہ جس کا ہر ذرہ ستارہ بن کے اردو ادب کے افق پر روشن ہے اور تا عمر اس کی ضیا بڑھتی ہی رہے گی۔ پروین شاکر کی شاعری خالص جذبات واحساسات کی شاعری ہے جس بنا پر اسے تانیثی شاعری میں اختصاص حاصل تھا۔

حوالہ جات

1- سیما صغیر، ڈاکٹر، تانیثیت اور اردو ادب، روایت مسائل اور امکانات، براون بک پبلی کیشنز، دہلی، 2018، ص20
2- مشتاق احمد وانی، ڈاکٹر، اردو ادب میں تانیثیت، ایجو کیشنل پبلشنگ، دہلی، 2013، ص17
3- کشور ناہید، صد برگ، غالب پبلشرز لاہور فروری 1981 ص1
4- پروین شاکر، دیباچہ خوشبو، جہانگیر بکس لاہور، 2010، ص19
5- رضوان احمد، پروین شاکر کی ناوقت موت پر، مشمولہ خوشبو کی ہمسفر، سلطانہ بخش، ڈاکٹر، لفظ لوگ پبلشرز اسلام آباد، 2002، ص149
6- پروین شاکر، صد برگ، غالب پبلشرز لاہور، 1981، ص13
7- پروین شاکر، صد برگ، غالب پبلشرز لاہور، 1980، ص20
8- کشور ناہید، صد برگ، غالب پبلشرز لاہور، 1982، ص1
9- محمد تنویر، ڈاکٹر، پروین شاکر کی شاعری- ایک تنقیدی جائزہ، ایجو کیشنل پبلشنگ ھاوس دہلی، 2014، ص8-9
10- پروین شاکر کے خطوط- نظیر صدیقی کے نام، مرتبہ جاوید وارثی، مشہور پرنٹرز کراچی، 1997، ص25
11- پروین قادر آغا، گہر آشک قطرہ باراں، مشمولہ خوشبو کی ہمسفر، لفظ لوگ پبلیکیشنز اسلام آباد، 2006، ص350
12- پروین شاکر، خوشبو، جہانگیر پبلشرز لاہور 2010
13- خوشبو۔ ص12

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.1 2024

14۔ خوشبو۔ص16

15۔ خوشبو۔ص13

16۔ خوشبو۔ص13

17۔ خوشبو۔ص13

18۔ خوشبو۔ص99

19۔ خوشبو۔ص97

20۔ خوشبو۔ص104

21۔ صد برگ۔ص15

22۔ صد برگ۔ص26

23۔ پروین شاکر،دیباچہ،صد برگ،غالب پبلشرز لاہور،1980ص14

24۔ پروین شاکر،انکار،مراد پبلیکیشنزاسلام آباد،1990،ص11

25۔ انکار۔ص32

26۔ روبینہ شبنم،ڈاکٹر،اردو غزل کی ماہ تمام پروین شاکر،بھارت آفسٹ دہلی- 2004،ص5

27۔ انکار۔ص44- 45

28۔ پروین شاکر،کف آئینہ،مراد پبلیکیشنزاسلام آباد،1998ص28

29۔ کف آئینہ۔ص35

30۔ کف آئینہ۔ص39